اسلامی ریاست وحکومت کے مقاصد واصول

محترمہ نائلہ صفدر؛
اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات، جی سی یونیورسٹی لاہور

اسلام نے دنیا کو جو نظام ریاست وحکومت دیا ہے اور جس کا عملی نمونہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدین نے قائم کر کے دکھایا ہے، وہ اپنے بنیادی مقاصد واصول کے اعتبار سے دیگر تمام نظامہائے ریاست وحکومت کے مقابلے میں متعدد پہلوؤں سے منفرد وممتاز ہے- اہل اسلام کی کوئی حکومت اگر آج بھی خلوص نیت سے ان اصولوں اور مقاصد پر عمل پیرا ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک وحکومت میں امن وامان عدل وانصاف معاشی واقتصادی ترقی اور اندرونی وبیرونی استحکام پیدا نہ ہو- ذیل میں اسلامی نظام حکومت کے انہی بنیادی مقاصد اور اصولوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے-

اسلامی ریاست کی نوعیت:

اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست ہے- اس کا سارا نظام اس اساس پر قائم ہے کہ:

''اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ''(۱)

(خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو- یہی سیدھا دین ہے)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ''(۲)

(جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا- جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کیلئے پسند کیا ہے مستحکم وپائیدار کر دے گا- اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا- وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ

بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں)

ان آیات میں خدا کی بندگی اور شرک سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے- اسی روحانی اساس سے اسلامی ریاست کا سارا نظام کار آگے بڑھتا ہے اور اس فلاحی ریاست میں فرد و جماعت کو فوز و فلاح اور سعادت سے ہمکنار کرتا ہے-

یہی اساس جو اخلاقی، روحانی اور عمرانی تقاضوں کے عین مطابق ہے- اسلامی ریاست کی قطعی بنیاد ہے- اور اسی اساس پر قائم رہ کر ریاست کی تفصیل و تشکیل میں عقل اور تمدنی تجربوں سے کام لیا جاسکتا ہے- ان معنوں میں اسلامی ریاست کے نامیاتی پھیلاؤ کے حق میں ہے- اگرچہ دینویت (سیکولرازم) یعنی امور دنیا کی تنظیم اس کی ماہیت میں شامل ہے- پھر بھی اسلامی ریاست کو مغربی مفہوم میں سیکولر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس میں دین اور دینی اخلاقیات کا حوالہ ناگزیر ہے- لادینی جمہوریت میں حاکمیت اعلیٰ عام باشندوں کو حاصل ہے- انہیں کی رائے سے قوانین بنتے اور ان میں تغیر و تبدل ہوتا ہے جبکہ اسلام میں بالاتر بنیادی قانون خود اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے نے دیتا ہے اور قوم کو اس کی اطاعت کرنا پڑتی ہے-

''قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہ''(۳)

(تم کہہ دو کہ بے شک تمام باتیں خدا ہی کے اختیار میں ہے)

اس نظریہ کے مطابق اللہ تعالیٰ حاکم، قانون ساز اور قادر مطلق ہے- نبی خود بھی اس کے حکم کا پیرو ہے-

''اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰی اِلَیَّ''(۴)

(میں تو اسی کی پیروی کرتا ہو جو مجھ پر وحی آتی ہے)

لہٰذا اس صورت میں یہ جمہوریت نہیں بلکہ ''الٰہی حکومت'' ہوگی لیکن یہ تھیا کریسی سے قدرے مختلف ہوگی- مولانا مودودیؒ کی اصطلاح میں اسے تھیاڈیموکریسی (Thea Democracy) یعنی الٰہی جمہوری حکومت (۵) سے موسوم کیا جاسکتا ہے- کیونکہ اس میں خدا کے اقتدار اعلیٰ کے تحت مسلمانوں کو ایک محدود عمومی حاکمیت عطا کی گئی ہے- یعنی جہاں خدا اور رسول ﷺ کا واضح حکم موجود ہو وہاں کسی کو اس میں ترمیم کا حق نہیں اور جہاں نص صریح موجود نہ ہو اجتہاد کا حق حاصل ہے- اس طرح ان حدود میں رہتے ہوئے مسلمان اپنے مسائل حل کرنے میں آزاد ہیں- گویا ان کا دائرہ عمل اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے باہر نہیں جاسکتا-

علامہ محمد اسد اسلامی ریاست کے متعلق لکھتے ہیں:

''اسلامی مملکت کی ظاہری اشکال و وظائف کیلئے ضروری نہیں کہ وہ لازماً کسی تاریخی نمونے کے مطابق ہوں- کسی مملکت کیلئے اسلامی کہلانے کا استحقاق حاصل کرنے غرض سے صرف یہ مطلوب ہے کہ اس کے دستور اور کاروبار میں اسلام کے وہ غیر مشتبہ قوانین واضح طور پر شامل ہو جائیں جنہیں امت کی عمرانی' سیاسی اور اقتصادی زندگی سے براہ راست تعلق ہے- یہ احکام بہت کم ہیں اور بڑی وضاحت سے پیش کر دیے گئے ہیں- نیز وہ سب کے سب اس نوعیت کے ہیں کہ ہمیں خاص اوقات اور خاص عمرانی حالات میں ضروریات کے مطابق زیادہ سے زیادہ آزادی اور کشادگی حاصل رہتی ہے'' (۶)

خدا کا مقرر کیا ہوا دستور نا قابل تغیر و تبدل ہے مگر اس نے ہمیں انتخاب کی آزادی دے رکھی ہے- انسان چاہے تو اس دستور کو اختیار نہ کرے مگر نتائج کا وہ خود ذمہ دار ہوگا- اگرچہ اسلامی قانون کا حقیقی مدعا انفرادی اعتبار سے انسان کی اصلاح ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قانون کا بڑا حصہ صرف اس صورت میں مؤثر ہو سکتا ہے جب بہت سے افراد متحدہ یعنی اجتماعی کوشش کریں-

اسلامی ریاست کے مقاصد

اسلامی ریاست کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد و تعاون کیلئے ایک سیاسی نظام مہیا کر دے- چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

''وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ'' (۷)

(اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو- اور اللہ نے تمہیں جو نعمت عطا فرمائی ہے- اس کی یاد سے غافل نہ ہو جاؤ)

دوسری جگہ فرمایا:

''وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ'' (۸)

(اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے- جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے- اور برے کاموں سے منع کرے- یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں)

اس سے ثابت ہوا کہ ریاست بجائے خود مقصد نہیں بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ ہے-

مقصد و نصب العین یہ ہے کہ وہ ملت نشو و ارتقاء پائے۔ جس کے افراد فطری قانون یعنی اسلام کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے افراد کے درمیان اخوت کا زبردست احساس پیدا ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

''اِنَّمَاالْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ''(۹)

(مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں)

اور اس کی تشریح و توضیح حضور اکرم ﷺ نے بے شمار مواقع پر فرمائی۔

''المومن للمومن کالبنیان یشدبعضه بعضاً''(۱۰)

(مومن، مومن کیلئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے)

''لایومن احدکم حتی یحب لاخیه اوقال لجاره مایحب لنفسه''(۱۱)

(کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک وہ نہ چاہے اپنے بھائی یا اپنے ہمسایہ کیلئے جو اپنے لئے چاہتا ہے)

قرآن و سنت کے مطابق مسلمانوں کا اتحاد مثالی وضع کا ہونا چاہیے۔ جس میں وہ اصل و نسل کی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر صرف مشترک عقیدے اور مشترک اخلاقی نقطہ نگاہ کے شعور کی بناء پر ایک دوسرے سے وابستہ ہوں۔ اس طرح شرعی نظام نے ہر قسم کی عصبیت کی نفی فرمادی اور دوستی و دشمنی صرف خدا کی خاطر رکھنے کا حکم دیا(۱۲) ایک اور موقع پر فرمایا کسی فرد کی محبت اس وقت تک قبائلی عصبیت نہیں بنتی جب تک یہ محبت دوسرے گروہوں پر ظلم کا باعث نہ بن جائے۔(۱۳)

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

''انصر اخاك ظالماًاومظلوماً''(۱۴)

(اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم)

ایک شخص کے سوال پر کہ ظالم کی کس طرح مدد کی جا سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمنعه عن الظلم فذالك نصرك اياه''(۱۴)

(یعنی تمہارا فرض ہے کہ بھائی کو ظلم سے روکو یہ ظلم کی حالت میں اس کی مدد ہوگی)

آپ ﷺ نے دوسروں کی خیر خواہی اور مدد کو دین کا جز قرار دیا اور فرمایا:

''الدین نصیحة قلنالمن قال للّٰه ولکتبه ولرسوله ولائمته

المسلمین وعامتھم"(۱۵)

(دین خلوص اور خیرخواہی کا نام ہے۔ہم نے کہا کسی کی خیرخواہی؟ آپ نے فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے حاکموں کی اور سب مسلمانوں کی)

اس طرح زمین پر بے انصافی کا انسداد اور انصاف کا قیام اسلام کے پیغام کی علت غائی بن گیا اور قرآن مجید نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اہل ایمان کے لئے لازم قرار دے دیا۔

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللہِ"(۱۶)

(مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئی تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہوں اور خدا پر ایمان رکھتے ہو)

"اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ"(۱۷)

(یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں)

یہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ملت اسلامیہ اور اخوت اسلامیہ کی اخلاقی قدر ہے۔اسلام کے اسی نصب العین، مسلم وغیر مسلم سے یکساں انصاف پر اسلامی ریاست کا تصور قائم ہے۔اس کے بغیر اس تصور کیلئے کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی۔ریاست اس مقصد کے حصول کا صرف سیاسی وسیلہ ہے۔

ریاست اور حکومت

حکومت ریاست کے مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔حکومت کے بغیر ریاست کے مقاصد حاصل کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔سامنڈ حکومت کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

تمام افراد کے گروہوں کا اجتماع جو اس ملکی حکومت میں حصہ رکھتے ہیں۔ریاست کی حکومت تشکیل دیتے ہیں۔(۱۸)

یہ نمائندے ہوتے ہیں جن کے ذریعے ریاست اتحاد وتعاون سے حرکت اور عمل کرتی ہے اور اپنے مقاصد پورے کرتی ہے۔ایک اور تعریف کے مطابق

"حکومت وہ آلہ ہے جس کے توسط سے فرمانروا کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں اور

عمل میں لائے جاتے ہیں-(۱۹)

اسلامی حکومت مسلمانوں کی اس جماعت کا نام ہے جو شرعی استحقاق کی بناء پر اسلامی احکام کو زور قوت کے ساتھ نہ کر سکے-(۲۰)

فارسی اور اردو میں لفظ حکومت داوری' سلطنت' ریاست وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہ ان مذکورہ ادبوں میں وہ پورا مفہوم ادا کرتا ہے جو انگریزی لفظ گورنمنٹ کا ہے مگر اس میں ملکیت کے اصول و تصورات شامل نہیں (۲۱) جو کہ اسلامی حکومت کی بنیاد ہیں-

موجودہ دور میں ہر حکومت تین شعبوں پر مشتمل ہوتی ہے:

۱- مقنّنہ : قانون سازی کیلئے-
۲- انتظامیہ : قانون نافذ کرنے کیلئے-
۳- عدلیہ : ان قوانین کی روشنی میں مجرموں کو سزا دینے کیلئے-

آغاز اسلام میں یہ شعبے اس طرح علیحدہ علیحدہ نہ تھے- بلکہ آپس میں ملے ہوئے تھے- قانون بنانے' نافذ کرنے اور اس قانون کی روشنی میں فیصلے کرنے کا کام خلیفہ کے ہاتھ میں تھا اور اس کی مدد کیلئے حضور ﷺ کے ساتھی ہمیشہ موجود تھے اور بوقت ضرورت مشورہ کیلئے جمع ہو جاتے-(۲۲) لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سلطنت میں توسیع ہوئی اور خلیفہ کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا اور خلیفہ کی طرف سے اختیارات نمائندوں کو تفویض کیے جانے لگے- تو فقہاء کا کام قانون کی تدوین اور شریعت کا اجراء' قاضی کا کام فیصلے کرنا جب کہ صاحب الشرطہ کا کام قانون نافذ کرنا تھا- اس طرح مسلم ریاست میں عدلیہ' مقنّنہ اور انتظامیہ کے شعبے الگ الگ ہو گئے-(۲۳)

اسلام اور حکومت

قرآن اسلامی تصورات کا سرچشمہ ہے- یہی اخلاق و تمدن کا اساسی آئین اور ضابطہ ریاست حکومت ہے- تقریباً نصف قرآن مجید اسلام اور حکومت کے تعلق کی تاریخ سے بھرا ہوا ہے اور بیس سے زیادہ ایسے الفاظ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں جن کا تعلق حکومت اور متعلقات حکومت سے ہے- قانون و آئین کی اس کتاب میں حکومت کے اقتدار اعلیٰ کیلئے ملکوت کا لفظ موجود ہے- ریاست و مملکت کیلئے ارض و ملک' حکومت کیلئے امانت' وراثت' خلافت' امامت' ولایت' امارت' نعمت' عہد' رشد' عزت و قوت اور اسی قسم کے دیگر الفاظ استعمال کیے گئے ہیں- علماء قرآن کی تشریحات کا جائزہ لینے سے کسی لفظ کے متعلق یکجا اور کسی کے متعلق منتشر ذخیرہ ایسا ملے گا جس سے پہلی مرتبہ یہ یقین پیدا ہو گا کہ ان میں سے ہر لفظ کا تعلق حکومت سے ہے-

قرآن میں ملک ومملکت اور قانون کے ساتھ بار بار حکمت کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک فرمان میں کہا گیا ہے کہ:

''مَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا'' (۲۴)

(اور جس کو حکمت ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی)

یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ حکمت کا تعلق ریاست وحکومت کی حکمت عملی سے بھی ہے اور امام راغب اصفہانی حکمت کی تعریف پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''علم اور عقل کی قوت سے درست نتیجہ پیدا کرنا حکمت ہے۔ احکام کی غرض وغایت کے ماتحت کسی نتیجہ تک پہنچنا اور اس کو عالم ایجاد میں لانا موجودہ امور کا علم اور اچھے کارناموں کا سرانجام دینا۔ یہی وہ حکمت ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے'' (۲۵)

''قال ابوبکر بن درید کل کلمة وعظتك اودعتك الی مکرمة او نهتك عن قبيح فهي حکمة'' (۲۶)

(ابوبکر بن درید نے کہا ہر وہ بات جو تمہیں نصیحت کرے یا نیکی کی طرف بلائے یا برائی سے روکے پس وہ حکمت ہے)

علامہ ابوحیان نے البحر میں حکمت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''متعلقہ فرائض کو اس طرح سرانجام دینا کہ اپنی جگہ درست شکل میں نظر آ ہیں (۲۷) علماء اسلام نے واضح طور پر ظاہر کیا ہے کہ حکمت کا تعلق حکومت، احکام حکومت، محاکم حکومت، دین کی فلاح اور دنیا کی عام اصلاح سے ہے۔ قرآن وسنت کے احکام کا اجراء بھی حکمت ہی سے متعلق ہے'' (۲۸)

قرآن مجید کی متعدد آیات میں خدا کی حکومت کو ''حکم'' کے اصطلاحی الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے اور متعدد سورتوں میں خدا کے پیغمبروں کی نیابتی حکومت کو حکم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

''فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ'' (۲۹)

(حکم وہی ہے جو کرے اللہ سب سے اوپر بڑا)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ'' (۳۰)

(اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اس کا حکم)

اور پیغمبروں کے بارے میں فرمایا:

''أُولٰئِكَ الَّذِينَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ''(۳۱)

(یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائی)

یہاں حکم کو بعض مفسرین نے شریعت سے اور بعض نے نیابتی حکومت سے تعبیر کیا ہے- جبکہ دوسری آیت میں کتاب' دانائی (حکمت) اور عظیم سلطنت (۳۲) عطا کرنے کا ذکر آیا ہے- اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کا تعلق شرائع اسلام سے ہے- اسی وجہ سے پیغمبران اسلام نے حکومت کی آرزو کی اور خدا نے ان کو حکومت سے سرفراز فرمایا- حضرت سلیمانؑ نے اپنے رب سے اس طرح دعا کی:

''قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡلِیۡ وَهَبۡ لِی مُلۡكًالَّا يَنۡبَغِیۡ لِاَحَدٍمِّنۡ بَعۡدِیۡ''(۳۳)

(اور) دعا کی اے پروردگار مجھے مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایان نہ ہو)

اور اللہ تعالٰی نے صالح بندوں کو زمین پر اپنا وارث قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَاعِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ''(۳۴)

(اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اللہ تعالٰی نے انہیں اپنا وارث کر دیا)

''وَاَوۡرَثۡنَاالۡقَوۡمَ الَّذِيۡنَ كَانُوايُسۡتَضۡعِفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِ بَهَا لَّتِیۡ بٰرَكۡنَافِيۡهَا''(۳۵)

(اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے ان کو زمین (شام) کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی وارث کر دیا)

مندرجہ بالا تمام آیات کے مطابق حکومت اللہ تعالٰی کا انعام ہے جو اس کے برگزیدہ بندے اس کی نیابت کے طور پر حاصل کرتے ہیں اور اس سے دین کی سربلندی اور استقامت کا کام لیتے ہیں- آیت استخلاف (النور ۲۴:۵۵) میں حکومت و اقتدار کے ساتھ دو نعمتوں کے وعدے اور بھی ہیں یعنی تمکین دین اور امن و امان اور ان کیلئے کوشش کرنا واجب ہے- اسی طرح اقتدار کیلئے کوشش کرنا فرض ہے اور اگر اقتدار و حکومت حاصل ہے تو اسے باقی رکھنا بھی فرض ہے اور ایسی حکومت صرف حکومت نہیں بلکہ خلافت ہوگی جو کہ اقامت دین کیلئے خدا کی طرف سے بطور نیابت عطا ہوئی ہے تاکہ خدا کے بندے بطور نائب شریعت اسلامیہ نافذ کریں اور اس حکومت کا یہی مطلوب و مقصود ہو-

شریعہ میں ریاست و حکومت کے اصول

شریعت میں ریاست و حکومت کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا اصول: اسلامی حکومت کی اولین بنیاد قرآن وسنت میں یہ بیان ہوئی ہے:

''یَاأَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوااللّٰہَ وَاَطِیْعُواالرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ''(۳۶)

(اے اہل ایمان: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو)

یہ آیت مندرجہ ذیل نکات واضح کرتی ہے:

۱- اللہ اور رسول کی اطاعت کا مقدم ہونا اور اولی الامر کی اطاعت اس کے بعد-

۲- اولی الامر صرف مسلمانوں میں سے ہو سکتے ہیں-ایک غیر مسلم حکومت کا رکن تو ہوسکتا ہے مگر کارفرما نہیں-

۳- پبلک کو حکام سے نزاع کا حق حاصل ہے-افراد کو بھی اور بحیثیت مجموعی قوم کو بھی-

۴- نزاع کا فیصلہ اللہ کی کتاب اور سنت سے ہونا چاہیے-

یہ نکات بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا: اگر تم خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہو تو یہ طرز عمل اختیار کرو-یعنی اس طرز عمل کے بغیر نہ تم مسلمان ہو اور نہ حکومت اسلامی ہے- پھر فرمایا:

''فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَاشَجَرَبَیْنَھُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْافِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًامِّمَّاقَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْاتَسْلِیْمًا''(۳۷)

(تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے)

اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک خوش دلی کے ساتھ رسول خدا کو حکم نہ مانا جائے کوئی شخص مسلمان ہو ہی نہیں سکتا-اور یہ بات صرف افراد پر نہیں بلکہ حکومت پر بھی صادر ہوتی ہے-یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرے-

سیاسی اصطلاح میں حاکمیت سے مراد اقتدار اعلی اور اقتدار مطلق ہے- حاکم یا مقتدر اعلی وہ ہوتا ہے جس کا ارادہ اور منشاء و مرضی قانون کا سر چشمہ ہو-شرعی اصطلاح میں اسے حاکمیت تشریعیہ یعنی

قانونی اور آئینی نظام حکومت کہتے ہیں اور سیاست شریعہ کا پہلا بنیادی اصول ہے کہ حاکمیت اور اقتدار اعلی اللہ تعالی کی صفت ہے اور اس کا ثبوت قرآن وسنت' تعامل خلفاء راشدین' اجماع امت اور عقل وقیاس سے ہوتا ہے۔

حاکم کا ماخذ حکم ہے جس کے معنی فیصلہ وفرمان بھی آتے ہیں اور دانش وحکمت بھی۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

''والحکم: العلم والفقه والقضاء بالعدل'' (۳۸)

(یعنی حکم علم وفقہ کو بھی کہتے ہیں اور عادلانہ فیصلے کو بھی)

علامہ جمال قرشی لکھتے ہیں: ''حکم بالضم فرمودن'' ودانش وحکمت (۳۹) فقہاء اس بات پر متفق ہیں۔ ''فَلَا حُکْمَ اِلَّا للہ'' (۴۰)

غزالی المستصفیٰ میں لکھتے ہیں:

''وفی البحث عن الحکم یتبین ان لاحکم الاللہ وانه لاحکم للرسول ولاللسید علی العبد ولالمخلوق علی مخلوق بل کل ذلک حکم اللہ تعالی وصنعه لاحکم لغیره'' (۴۱)

(حاکم کے بارے میں بحث سے واضح ہوتا ہے کہ حکم کا حق اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ رسول (اپنی طرف سے) کوئی حکم نہیں دے سکتا۔ آقا کا غلام پر اور مخلوق کا کسی دوسری مخلوق پر حکم جاری نہیں ہوسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سارے حکم اللہ کے ہیں جو اس نے دیے ہیں اس کے سوا کسی کا حکم نہیں)

قرآن مجید کی متعدد آیات سے اللہ تعالی کا حاکم اعلی ہونا ثابت ہے۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

''اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ'' (۴۲)

(کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں؟ اور جو یقین رکھتے ہیں ان کیلئے خدا سے اچھا حکم کس کا ہے؟ حکم صرف اللہ کیلئے ہے)

(''اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا للہِ'' (۴۳)

اللہ کی حاکمیت کائناتی بھی ہے اور سیاسی وقانونی بھی اور اعتقادی واخلاقی بھی۔ خود قرآن مجید میں ان تمام اقسام کی حاکمیتوں کا اللہ کیلئے مخصوص ہونے کیلئے واضح دلائل موجود ہیں:

''قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُوْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ''(۴۴)

(کہو کہ (اے خدا) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔''بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں (۴۵)

''خلق بھی اسی ہے اور امر بھی اس کا''(۴۶)

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ جمعہ بمقام مدینہ منورہ فرمایا:

''الحمدللہ احمدہ استعینہ واستغفرہ استھدیه واومن به ولااکفرہ واعادی من یکفرہ واشدان لااله اللہ الاوحدہ لاشریك''(۴۷)

گویا آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد ہی خدا تعالی کی الوہیت پر قائم کی اور اسی کو حاکم بنایا۔

دوسرا اصول: اسلامی ریاست کی دوسری اساس یہ قرار پائی کہ یہاں قرآن وسنت کا اصول جاری ہوگا اور تمام فیصلے اللہ کی نازل کردہ شریعت کے تابع ہوں گے۔اللہ تعالی کی اطاعت کرنے والوں پر اس کے رسول ﷺ کی اطاعت لازم ہوجاتی ہے۔کیونکہ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔اللہ تعالی فرماتا ہے:

''مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ''(۴۸)

اللہ تعالی نے رسول اسی لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے (۴۹) اسی لئے حکم ہوا کہ جو رسول دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جانا لازم ہے۔(۵۰) اور کتاب نازل کرنے کا مقصد ہی یہ قرار دیا گیا۔

''اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللہُ''(۵۱)

(اے پیغمبر) ہم نے سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ خدا کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے مقدمات فیصل کرو)

''اَنْزَلَ مَعَھُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ''(۵۲)

(اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں فیصلہ کرے)

ان آیات کی روشنی میں مسلمان کا طرز عمل یہ ہونا چاہیے:

''اَفَغَيْرَاللّٰهِ اَبْتَغِي حَكَمًا وَّهُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا''(۵۳)

(کہو) کیا میں خدا کے سوا اور منصف تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بك خاصمت واليك تحاكمت''(۵۴)

(میں تیری مدد سے بحث کرتا ہوں اور تیری وحی پر فیصلہ کرتا ہوں)

یعنی رسول اللہ ﷺ اپنی مرضی سے فیصلے نہ کرتے تھے بلکہ خدا کے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔

تیسرا اصول: اسلامی حکومت کا تیسرا اصول یہ ہے کہ اس میں تمام اجتماعی امور مشورے سے انجام پاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو اگرچہ براہ راست وحی الٰہی کی رہنمائی حاصل تھی اور آپ ﷺ کسی معاملہ میں کسی سے مشورہ لینے کے محتاج نہ تھے لیکن شورائی نظام' قانون سازی اور تدبیر مملکت کے نقطہ نظر سے چونکہ ضروری تھا اس وجہ سے حکمت الٰہی متقاضی ہوئی کہ نبی ﷺ خود اپنے طرز عمل سے اس کی بنیاد رکھیں۔ اسی بناء پر قرآن مجید میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا:

''فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْلَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ''(۵۵)

(تو ان کو معاف کردو اور ان کیلئے (خدا سے) مغفرت مانگو اپنے کاموں میں ان سے سے مشورہ لیا کرو)

رسول اللہ ﷺ کیلئے صحابہ سے صرف مشورہ لینا ضروری نہ تھا بلکہ وہ اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ ابوبکر جصاص کی تحقیق یہ ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ صحابہ سے ان تمام امور میں مشورہ حاصل کرتے تھے جن کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہوتی تھی خواہ معاملات دینی نوعیت کے ہوں یا دنیاوی نوعیت کے''(۵۶)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

''مارايت احداقط كان اكثرمشورةلاصحابه من رسول ﷺ''(۵۷)

(ابوہریرہؓ نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ لینے والا کبھی کسی شخص کو نہیں پایا)

حضور اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کا دور آیا تو ان کے سامنے ایک طرف تو آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ تھا اور دوسری طرف قرآن وحدیث کی واضح ہدایات۔ چنانچہ صحابہ کا قائم کردہ سیاسی نظام اس

آیت پر مبنی تھا۔

''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ''(۵۸)

(اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں)

سورہ شوریٰ کی اس آیت میں امر نظام کے مفہوم میں بھی لیا جا سکتا ہے اور حکم کے معنوں میں بھی۔ حکم جب بہت سے لوگوں سے متعلق ہوتا ہے تو اپنے لئے حدود مقرر کرتا ہے اور قواعد وضوابط بناتا ہے۔ اس وقت اس کا اطلاق سیاسی اقتدار کے احکام اور جماعتی نظام دونوں پر ہوتا ہے۔ لفظ ''نظام'' ہماری زبان میں اسی مفہوم کی تعبیر کیلئے بولا جاتا ہے۔

پھر اس مقام پر چونکہ قرآن مجید نے اسے ضمیر غائب کی طرف اضافت کے سوا کسی دوسری صفت سے مخصوص نہیں کیا اس لئے نظام کا ہر پہلو اس میں شامل سمجھا جائے گا۔ بلدیاتی مسائل قومی و صوبائی امور' سیاسی و معاشرتی احکام' قانون سازی کے ضوابط' اختیارات کا سلب وتفویض امراء کا عزل و نصب۔ غرض نظام سیاست کے سارے معاملات اس آیت میں بیان کئے گئے قاعدے کے مطابق ہوں گے۔ اس نظام ریاست کا کوئی شعبہ اس کے دائرے سے باہر اور کوئی حصہ اس کے اثر سے خالی نہ ہوگا۔

مجلس شوریٰ کے ارکان کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ مشورہ صرف علماء وفقہاء سے لیا جائے گا اور بعض کے خیال مین خلیفہ جس سے چاہے مشورہ کرے متعین شوریٰ سے مشورہ کرنے کا وہ پابند نہیں۔ قرآن مجید میں اہل شوریٰ کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں:

''وَاِذَا جَاءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ''(۵۹)۔

(اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کو تحقیق کر لیتے)

اس نظام میں جن لوگوں کے سامنے معاملات پیش کئے جانے چاہییں۔ اس آیت میں ان کی دو صفات متعین طور پر بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مسلمانوں کے اولوالامر یعنی سربراہ کار ہوں اور دوسری یہ کہ وہ اہل استنباط یعنی معاملات کی سوجھ بوجھ اور دینی وسیاسی بصیرت رکھنے والے ہوں۔ مفسرین نے مندرجہ بالا الفاظ کی یہی تفسیر کی ہے۔ کشاف میں مذکور ہے:

''ھم کبراء الصحابۃ البصراء بالامور''(۶۰)

اس سے مراد کبار صحابہ اور اہل بصیرت لوگ ہیں- اسی کے ہم معنی الفاظ امام نیشاپوری اور امام رازیؒ کی تفسیر میں وارد ہوئے ہیں-

روایات سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ شوریٰ کیلئے وہ لوگ بلائے جاتے تھے جو عوام کے معتمد لیڈر اور دینی و دنیوی معاملات میں بصیرت رکھنے والے اور مسلمانوں کے سربراہ کار ہوتے تھے- اس معاملے میں عمر کی تخصیص نہ تھی- چنانچہ بخاری میں حضرت عباسؓ کا قول ہے:

''کان القراء اصحاب مجالس عمر ومشاورتہ کہولا کانوا اوشبانا''(۶۱)

(حضرت عمرؓ کی مجالس مشاورت میں ذی علم لوگ ہوا کرتے تھے خواہ وہ سن رسیدہ ہوں یا جوان)

<u>چوتھا اصول:</u> اسلامی ریاست میں شہریت نہ تو صرف اس متعین علاقے میں پیدائش سے حاصل ہوسکتی ہے اور نہ وہاں مخصوص عرصہ گزارنے سے بلکہ اس ریاست کا مکمل شہری صرف وہ ہوسکتا ہے جو اسلام کو اپنے دین کی حیثیت سے مانے یعنی توحید و رسالت کا اقرار کرے- اسلامی طریق پر نماز پڑھے، اسلامی بیت المال کو زکوٰۃ دے، اسلام کے مقرر کئے ہوئے قبلہ کو قبلہ قرار دے- نکاح طلاق اور حلال و حرام میں اسلامی ضابطوں کی پابندی کرے تو وہ مسلمان کہلائے گا- جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں خطبہ جمعہ کے موقع پر فرمایا تھا:

''ہوا اجتباکم وسماکم المسلمین''(۶۲)

(اس نے تمہیں منتخب کیا اور تمہارا نام مسلمان رکھا)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بطور ایک قوم منتخب کیا جس میں قومیت کی بنیاد صرف مسلمان ہونا قرار دی گئی- سورہ توبہ کی مندرجہ ذیل آیت میں مسلمان کی تمام خصوصیات ان الفاظ میں بیان کردی گئی ہیں-

''فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ''(۶۳)

(پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں)

اس آیت میں تین شرطیں واضح طور پر بیان ہوئی ہیں:

۱- ریاست کی حدود میں رہنے والے تمام باشندے اسلامی نظام کے مقابلے میں سرکشی چھوڑ دیں- کفر و شرک سے اجتناب کریں- اسلامی عقائد پر ایمان لائیں اور اسلامی قانون کی

بالادستی قبول کریں۔

۲۔ منعم حقیقی کیلئے جذبہ شکر گزاری کے اظہار کے طور پر رسالت مآب ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نماز پڑھنے لگیں۔

۳۔ ریاست پر کفالت عامہ کی جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انہیں پورا کرنے کیلئے بیت المال کو زکوٰۃ دیں۔(۶۴)

یہ تین شرائط پوری کرنے والا شخص قرآن مجید کی رو سے ریاست میں کامل شہریت حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے اس باب میں قرآن مجید کے احکام کی توضیح اس طرح فرمائی:

''امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذلك عصموا منی دماء ھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ''(۶۵)

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں وہ یہ شرائط تسلیم کریں تو ان کی جانیں محفوظ ہو جائیں گی۔ الا یہ کہ اسلام کے کسی حق کے تحت وہ اس حفاظت سے محروم کر دیئے جائیں۔ رہا ان کے باطن کا حساب تو وہ اللہ کے ذمے ہے)

ریاست کے ان شہریوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو ان سے پہلے ایمان لانے والوں کو حاصل تھے اور ان کی ساری ذمہ داریاں بھی ان پر عائد ہوں گی۔ انس بن مالکؓ کی روایت ہے:

''سال سیمون بن سیار انس بن مالك فقال: یا ابا حمزۃ ما یحرم دم العبد ومالہ؟ فقال من شھدان لا الہ الا اللہ واستقبل قبلتنا وصلی صلوتنا واکل ذبیحتنا فھو المسلم لہ ما للمسلم وعلیہ ما علی المسلم''(۶۶)

(میمون بن سیار نے انس بن مالک سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ آدمی کے جان ومال کو کیا چیز محترم بناتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ جو شخص اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے ہمارے طرح نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ اسے وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں اور اس پر ان کی سی ذمہ داریاں عاید ہوں گی)

یعنی جس طرح ریاست پر افراد کے حقوق ہیں اسی طرح ریاست کے حقوق افراد پر ہیں- جس طرح افراد ریاست سے حقوق کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں اسی طرح ریاست کو بھی اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کا حق ہے- یعنی افراد حکام کی اطاعت کریں گے- ریاست کی خیر خواہی اور تعاون میں حصہ دار ہوں گے اور ضرورت پڑنے پر جانی و مالی قربانی دیں گے-

پانچواں اصول: حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''واتقواللّٰہفی عاجل امرکم واجلہ فی السر واعلانیہ فانہ ''وَمَنۡ یَّتَقِ اللّٰہ فَقَدۡ فَازَفَوۡزًا عَظِیۡمًا ''(۶۷)

(اور اپنے تمام ظاہر اور پوشیدہ معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو- (اور جو اللہ سے ڈرتے ہیں- وہ بڑی کامیابی پاتے ہیں)

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

''اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ''(۶۸)

(خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے)

قرآن مجید کے اس اصول سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ ریاست کے شہری ہر کام خدا کی رضا اور خوشنودی کے حصول کیلئے سرانجام دیں گے اور ریاست بگاڑ سے محفوظ رہے گی- اسی بنا پر اسلامی حکومت میں قیادت کے انتخاب میں بھی دیانت و تقویٰ اور حسن سلوک کو اولیت دی جاتی ہے-

''اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّواالاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھۡلِھَا ''(۶۹)

(مسلمانو: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو)-

یہاں بنی اسرائیل کی برائی بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے- بنی اسرائیل کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے اپنے انحطاط کے زمانے میں امانتیں یعنی ذمہ داری کے منصب اور مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری کے رتبے (Positions of Trust) ایسے لوگوں کو دینے شروع کر دیئے تھے جو نااہل، کم ظرف، بداخلاق، بددیانت اور بدکار تھے- نتیجہ یہ ہوا کہ برے لوگوں کی قیادت میں پوری قوم خراب ہوتی چلی گئی- مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا بلکہ امانتیں ان لوگوں کے سپرد کر دینا جو ان کے اہل ہوں- یعنی بار امانت اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں- (۷۰)

''وَلَاتُطِیۡعُوۡااَمۡرَالۡمُسۡرِفِیۡنَ الَّذِیۡنَ یُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا یُصۡلِحُوۡنَ ''(۷۱)

(اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو- جو ملک میں فساد کرتے ہیں اصلاح نہیں کرتے) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''انما الطاعة فی المعروف''(۷۲)

چھٹا اصول: حکومت چونکہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور جس شخص پر جو ذمہ داری ہوگی وہ اس کا خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگا- رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیة''(۷۳)

(حاکموں سے ان کی رعیت کے متعلق- مردوں سے ان کے اہل کے متعلق اور عورت سے اس کے گھر کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی)

الغرض ذمہ داری کا دائرہ جتنا وسیع ہوگا اسی قدر وہ شخص جوابدہ ہوگا- اسی لئے برگزیدہ لوگ عہدے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں-

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان لا نولی هذا من ساله ولا من حرص علیه''(۷۴)

(ہم اس کو حاکم نہیں بنائیں گے جو اس کی درخواست کرے یا اس کی حرص رکھتا ہو)

اگر حکومت طلب نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے:

''قال النبی ﷺ یا عبدالرحمن لاتسال الامارة فانك ان اعطیتها عن مسئالة وکلت الیها وان اعطیتها عن غیر مسالة اعنت علیها''(۷۵)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبدالرحمٰن حکومت کا مطالبہ نہ کرو- اس لئے کہ اگر تمہیں مانگنے پر ملے تو تم اس کے حوالے کردیئے جاؤ گے اور اگر بغیر مانگنے کے دی جائے تو تمہاری مدد کی جائے گی)

ساتواں اصول: قرآن مجید کی روشنی میں اس نظام میں رہنے والے مسلم و غیر مسلم باشندوں کے چند اہم بنیادی حقوق جنہیں تعدی سے محفوظ رکھنا حکومت کا فرض ہے درج ذیل ہیں:

تحفظ جان: ''وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ''(۷۶)

(کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے حق کے بغیر قتل نہ کرو)

حقوق ملکیت کا تحفظ: ''وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ''(۷۷)

(اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ)

عزت کا تحفظ: ''لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ......وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ......وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا''(۷۸)
(کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے......اور نہ تم ایک دوسرے کو عیب لگاؤ- اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب دو......اور نہ کسی کی غیبت کرو)

نجی زندگی کا تحفظ: (لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا''(۷۹)
(اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لے لو- ''وَلَا تَجَسَّسُوْا''(۸۰)(اور لوگوں کے بھید نہ ٹٹولو)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حق:

''اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْھَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِیْسٍ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ''
(وہ جو برائی سے منع کرتے تھے ان کو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے ان کو برے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کئے جاتے تھے)

اس کے علاوہ سورہ آل عمران: ۱۱۰'۱۰۵'۱۴-المائدہ: ۷۸'۷۹ میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے- اور اس میں تنقید کی آزادی اور آزادی اجتماع کا حق بھی شامل ہے- بشرطیکہ وہ نیکی اور بھلائی کیلئے استعمال ہو-

ضمیر و اعتقاد کی آزادی کا حق: ''لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ''(۸۲)
(دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے)
''اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ''(۸۳)
(کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں)

مذہبی دل آزاری سے تحفظ: ''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ''(۸۴)
(اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے پکارتے ہیں- ان کو برا نہ کہنا)

ذہنی اختلافات میں بحث بھی احسن طریقے سے ہونی چاہیے:
''وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ''(۸۵)
(اہل کتاب کے ساتھ بحث کرو مگر احسن طریقے سے)

ضروریات زندگی کی فراہمی کا حق: ''وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ''(۸۶)
(اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہے)

اس کے علاوہ حق وانصاف، مساوی برتاؤ کا حق ہر فرد کو حاصل ہوگا اور حکومت اس فرض سے پہلوتہی نہیں کرسکتی۔

آٹھواں اصول: اسلامی حکومت کی خارجہ پالیسی کے متعلق یہ ہدایات قرآن مجید میں دی گئی ہیں:

عہد و پیمان کا احترام: ''وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا''(۸۷)

(عہد پورا کرو۔یقیناً عہد کے متعلق باز پرس ہوگی)

''فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ''(۸۸)

(جب تک دوسرے فریق کے لوگ تمہارے ساتھ عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو۔یقیناً اللہ پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے)

اس کے علاوہ النحل ۹۲:۹۱-التوبہ ۴-الانفال ۴۲:۵۸ میں بھی عہد و پیمان پورا کرنے کا حکم ہے۔البتہ اگر معاہدہ ختم کرنا ناگزیر ہو تو دوسرے فریق کو خبردار کردینا چاہیے۔

معاملات میں دیانتداری اور راست بازی:

''وَلَا تَتَّخِذُوْا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ''(۸۹)

(اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکر وفریب کا ذریعہ نہ بنالو)

بین الاقوامی عدل: ''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى''(۹۰)

(اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اس قدر مشتعل نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔انصاف کرو۔یہی خداترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے)

جنگ میں غیر جانبدار ممالک کے حدود کا احترام:

''فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ''(۹۱)

(اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں پاؤ۔سوائے ان لوگوں کے جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو)

نیک سلوک کرنے والوں سے نیک برتاؤ: ''هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ''(۹۲)

(کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ ہوسکتا ہے؟

غیر معاند طاقتوں سے دوستانہ برتاؤ:

''لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ

یُخرِجُوکُم مِنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَتُقۡسِطُوۡااِلَیۡھِمۡ اِنَّ اللّٰہ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ''(۹۴)

(اللہ تم کو اس بات سے نہیں روکتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ان کے ساتھ تم نیک سلوک اور انصاف کرو- یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے- البتہ اگر کوئی زیادتی کرے تو اس سے اسی قدر بدلہ لو- یہ مضمون البقرہ:۱۹۴-النحل:۱۲۶- الشوریٰ:۴۰-۴۲ میں بیان کیا گیا ہے- یہ اسلامی حکومت کے خارجہ پالیسی کے اصول ہیں جن پر اسے عمل کرنا چاہیے-

الغرض اس حکومت کی انتظامیہ' مقننہ اور عدلیہ خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی پابند ہوگی- شریعہ کے مطابق حکومت کے اصول و مقاصد کا جائزہ لینے سے یہ نکات مستنبط ہوتے ہیں-

۱- شریعت (قانون اسلام) کو اس غرض سے ملک کا قانون بنانا کہ انصاف کا بول بالا ہو-

۲- عمرانی اور اقتصادی روابط کا انتظام شرعی طریق پر کرنا تا کہ ہر فرد آزادی و وقار کے ساتھ زندگی بسر کر سکے- اسے اپنی شخصیت کی تمام تر امکانی ترقیوں میں کم سے کم رکاوٹ پیش آئے اور اس کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی ہو-

۳- تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے ایسے مواقع بہم پہنچانا کہ وہ محض عقائد ہی نہیں بلکہ زندگی کے عملی دائرے میں بھی شریعت کے اخلاقی مقاصد پورے کر سکیں-

۴- شریعت کا نفاذ کرنا تا کہ اس ریاست میں تمام غیر مسلم شہریوں کو بھی کامل جسمانی حفاظت کے ساتھ ساتھ مذہب' ثقافت اور عمرانی نشو و ارتقاء کی پوری آزادی حاصل ہو-

۵- ملک کو بیرونی حملوں اور داخلی افراتفری سے محفوظ رکھنا-

۶- دنیا بھر میں تعلیمات اسلام کی تبلیغ کرنا-

اگر کوئی مملکت یا حکومت ان مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہے تو اس کے متعلق بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ روئے زمین پر خدا کی خلافت کا حق ادا کر رہی ہے- کم از کم اس حصہ زمین پر جو عملاً اس کے دائرہ اقتدار میں ہے-

مصادر و حواشی

۱۔ سورۃ یوسف: ۱۲:۴۰

۲۔ سورۃ النور: ۲۴:۵۵

۳۔ سورۃ آل عمران: ۳:۱۵۴

۴۔ سورۃ الاحزاب: ۴۶:۹

۵۔ اسلامی ریاست ابوالاعلیٰ مودودی' اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ' لاہور ۱۳۰ بار دوم' جنوری ۱۹۶۷ء

۶۔ The Principles of state and Government in Islam
by Muhammad Asad. P.17

۷۔ سورۃ آل عمران: ۳:۱۰۳

۸۔ سورۃ آل عمران: ۳:۱۰۴

۹۔ سورۃ الحجرات: ۴۹:۱۰

۱۰۔ صحیح بخاری شریف' مترجم حافظ قاری محمد عادل کتاب الادب باب تعاون المومنین بعضھم' ج ۳ ص ۳۶۸

۱۱۔ صحیح مسلم شریف' مترجم' علامہ وحید الزماں' خالد احسان پبلشرز' لاہور بار اول اپریل ۱۹۸۱ء؛
کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من خصال الایمان' ص ۱۳۶

۱۲۔ ایضاً' باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ ایمان' ص ۱۳۳

۱۳۔ سنن ابن ماجہ' مترجم مولانا عبدالحکیم خان سندھ ساگر پرنٹرز' لاہور' ابواب الفتن باب العصبیۃ
ج ۲ ص ۴۷۱

۱۴۔ صحیح مسلم شریف' مترجم' علامہ وحید الزماں' خالد احسان پبلشرز' لاہور بار اول اپریل ۱۹۸۱ء؛
کتاب البر والصلۃ والادب' ج ۶ ص ۲۰۰

۱۵۔ صحیح مسلم' کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ ج ۱ ص ۱۵۳

۱۶۔ سورۃ آل عمران ۳:۱۱۰

۱۷۔ سورۃ الحج ۲۲:۴۱

۱۸۔ 1.Jurisprudence by Salmond.P156

۱۹۔ اسلام کا سیاسی نظام' تالیف مولانا محمد اسحاق صدیقی' مجلس دعوت و تحقیق اسلامی' کراچی ۱۹۸۱ء' ص ۸۹

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۸ ص ۴۷۷

۲۲۔ 2.Islamic Political system in the Modern age by Dr. Manzoor-ud-din Ahmed, Royal Book company Karachi-3 Reprinted 1991. P.90

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ سورۃ البقرۃ:۲:۲۶۹

۲۵۔ المفردات فی غریب القرآن لابی قاسم محمد راغب الصفہ فی اصفہانی حکم ص ۱۳۶

۲۶۔ معالم التنزیل لابی محمد الحسین بن مسعود البغوی ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۰۳ھ

۲۷۔ اسلام کا نظام حکومت، تالیف مولانا حامد الانصاری بخاری، مکتبہ الحسن لاہور (ت ن) ص ۱۹۱

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ سورۃ المومن:۴۰:۱۲

۳۰۔ سورۃ الرعد ۱۳:۴۱

۳۱۔ سورۃ الانعام ۶:۸۹

۳۲۔ سورۃ النساء:۴:۵۴

۳۳۔ سورۃ ص:۳۸:۳۵

۳۴۔ سورۃ الانبیاء:۲۱:۱۰۵

۳۵۔ سورۃ الاعراف:۷:۱۳۷

۳۶۔ سورۃ النساء:۴:۵۹

۳۷۔ سورۃ النساء:۴:۶۵

۳۸۔ لسان العرب: ج ۱۲ ص ۱۴۱

۳۹۔ صراح اللغات، علامہ جمال قریشی، کارخانہ نثار علی لکھنؤ طبع ۱۲۶۹ھ، باب المیم

۴۰۔ الخضری اصول فقہ، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ شارع محمد علی بمصر ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۸ء اور معمولی فرق کے ساتھ مسلم الثبوت للشیخ محب اللہ البہاری، مطبوعہ امدادیہ پریس، ڈھاکہ (ت ن)

۴۱۔ المستصفیٰ للغزالی، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، بمصر (ت ن) ص ۶

۴۲۔ سورۃ المائدہ:۵:۵۰

۴۳۔ سورۃ یوسف:۱۲:۴۰

۴۴۔ سورۃ آل عمران:۳:۲۶

۴۵۔ سورۃ الاسراء:۱۷:۱۱۱

۴۶۔ سورۃ الاعراف:۷:۵۴

۴۷۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر مطبعۃ السعادۃ بمصر ۱۳۵۱ھ ج ۳ ص ۲۱۳۔ بحوالہ فکر و نظر

۴۸۔ سورۃ النساء:۴:۸۰

۴۹۔ سورۃ النساء:۴:۶۴

۵۰۔ سورۃ الحشر:۵۹:۷

۵۱۔ سورۃ النساء۴:۱۰۵

۵۲۔ سورۃ البقرۃ ۲:۲۱۳

۵۳۔ سورۃ الانعام:۶:۱۱۴

۵۴۔ صحیح بخاری شریف: مترجم حاجی قاری محمد عادل، باب تقصیر الصلوٰۃ باب التہجد باللیل، ج ۱ ص ۴۴۳

۵۵۔ سورۃ آل عمران:۳:۱۵۹

۵۶۔ اسلامی ریاست: تالیف مولانا امین احسن اصلاحی، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور بار اول جولائی ۱۹۷۷ء ص ۲۴

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۵

۵۸۔ سورۃ الشوریٰ ۴۲:۳۸

۵۹۔ سورۃ النساء:۴:۸۳

۶۰۔ کشاف للزمخشری، ج ۱ ص ۲۱۶

۶۱۔ اسلامی ریاست: تالیف مولانا امین احسن اصلاحی، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور بار اول جولائی ۱۹۷۷ء ص ۳۹

۶۲۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر مطبعۃ السعادۃ بمصر ۱۳۵۱ھ ج ۳ ص ۲۱۳

۶۳۔ سورۃ التوبہ ۹:۱۱

۶۴۔ اسلام کا سیاسی نظام، مصنف جاوید احمد چیمہ، دارالاشراق، سلطان پورہ، لاہور ۱۹۸۰ء ص ۲۹

۶۵۔ صحیح بخاری شریف، مترجم مولانا قاری محمد عادل، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۹۵

۶۶۔ صحیح بخاری شریف، مترجم مولانا قاری محمد عادل، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور بار سوم ۱۹۸۵ء۔ حصہ اول کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ ص ۲۲۲ کتاب الایمان، ج ۱ ص ۹۵

۶۷۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر مطبعۃ السعادۃ بمصر ۱۳۵۱ھ ج ۳ ص ۲۱۳

۶۸۔ سورۃ الحجرات ۴۹:۱۳

۶۹۔ سورۃ النساء ۴:۵۸

۷۰۔ تفہیم القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، ج ۱ ص ۳۶۲

۷۱۔ سورۃ الشعراء: ۲۶:۱۵۱-۱۵۲

۷۲۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ ج ۳ ص ۷۵۸

۷۳۔ ایضاً کتاب الاحکام، باب اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، ص ۷۵۶

۷۴۔ ایضاً کتاب الاحکام باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ ص ۷۶۰

۷۵۔ ایضاً کتاب الاحکام باب من لم یسال للامارۃ اعانہ اللہ ص ۷۵۹

۷۶۔ سورۃ الاسراء ۱۷:۳۳

۷۷۔ سورۃ البقرۃ: ۲:۱۸۸

۷۸۔ سورۃ الحجرات ۴۹:۱۲-۱۱

۷۹۔ سورۃ النور: ۲۴:۲۷

۸۰۔ سورۃ الحجرات ۴۹:۱۲

۸۱۔ سورۃ الاعراف: ۷:۱۶۵

۸۲۔ سورۃ البقرۃ ۲:۲۵۲

۸۳۔ سورۃ یونس ۱۰:۹۹

۸۴۔ سورۃ الانعام: ۶:۱۰۸

۸۵۔ سورۃ العنکبوت: ۲۹:۴۶

۸۶۔ سورۃ الذاریات: ۵۱:۱۹

۸۷۔ سورۃ الاسراء: ۱۴۱:۳۴

۸۸۔ سورۃ التوبہ: ۹:۷

۸۹۔ سورۃ النحل: ۱۶:۹۴

۹۰۔ سورۃ المائدہ: ۵:۸

۹۱۔ سورۃ النساء: ۴:۸۹

۹۲۔ سورۃ الرحمٰن: ۵۵:۶۰

۹۳۔ سورۃ الممتحنہ: ۶۰:۸